International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 03,Oct-Dec2024
PP: 47-65

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

مغربی معاشرے کی تقلید اور پاکستانی معاشرے پر اس کے اثرات: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Imitation of Western Society in Pakistan and its effects Research and Critical review

Muhtaram
PST Teacher in GGPS No. 4 Shewa Swabi (Razzar).

Irum Nawaz
MPhil, Scholar Department of Islamic Studies, Women University Mardan.

Sana Bibi
MPhil, Scholar Department of Islamic Studies, Women University Mardan.

Abstract

***Pakistan,** a country founded on Islamic principles, was established with the objective of creating an Islamic society. However, since its independence, the country has undergone significant cultural changes, largely influenced by Western culture. The British colonial rule, which lasted of nearly 89 years, had a profound impact on Pakistani society. After the British departed, their legacy continued to influence various aspects of Pakistani life, and society. Despite being an Islamic republic, Pakistan has struggled to establish a truly Islamic society. One of the primary reasons for this struggle is the blind imitation of Western culture.This articles aims to explore the impact of Western culture on Pakistani society. It will examine the factors contributing to the adoption of Western culture and its effects on Pakistani identity. In today's globalized world, technology has bridged geographical divides, allowing cultures to intersect and influence one another. Pakistan, like many other countries, is grappling with the challenges of cultural globalization. While it*

CC BY

is essential to engage with the world and adopt beneficial ideas, it is equally important to preserve one's cultural identity and values.However, the increasing influence of Western culture is threatening this vision. It is essential for Pakistanis to be aware of the impact of Western culture on their society and to take steps to preserve their Islamic heritage and cultural identity. The article will provide an in-depth analysis of the impact of Western culture on Pakistani society, highlighting the need for Pakistanis to preserve their cultural identity and values in the face of cultural globalization.

***Key Words**: Pakistan, Islamic culture, Western influence, cultural identity, social media, globalization.*

موضوع کا تعارف

پاکستان اسلام کے نام پر بننے والا ایک نظریاتی مملکت ہے۔ یہاں کی آبادی ستانوے فیصد مسلمان ہے اور اپنا الگ پہچان اور نظریہ رکھتے ہیں۔ ماضی میں یہ خطہ ''ہند'' یا ہندوستان کہلانے کے بعد اب دنیا میں جنوبی ایشیا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ یہ علاقہ بھارت سے لے کر نیپال اور مغرب میں ایران تک ہندوستان کہلاتا تھا۔ پھر یک لخت بازی بلٹ گئی انگریزوں کی غلامی میں 89 سال گزارنے کے بعد اگر ایک طرف ہندو اور مسلم جو صدیوں سے ایک بادشاہ کے رعایا اور ایک قومیت کے طور پر اس خطے کے باشندے تھے پھر دو مختلف ممالک کے شہری بن گئے۔ ان میں سے اسلام کے نام پر۔بڑی جدوجہد سے حاصل کرنے والا ملک ''پاکستان'' اس خیال کے تحت وجود میں آیا تھا کہ ہم اسلام کے پیروکار ہیں، ہمارا دین، ہماری زبان، ہمارا لباس، ہماری تاریخ، ہمارے حلال، ہمارے حرام، ہماری خوراک، ہماری ثقافت، ہمارا رہن سہن وغیرہ الگ مقام رکھتی ہے۔ ہمارا طرز حیات الگ ہے اور یہ آفاقی طرز حیات ہے۔ مطلب اللہ نے اپنی کتاب میں ہمارے لئے جینے کے، رہنے کے، شادی کے، کھانے کے، تکلم کے، تخاطب کے، معاشرے کے، سیاست کے، جنگ کے، دوستی کے، دشمنی کے، عرض زندگی کی ہر قانون اپنی کتاب میں لکھ کر اپنے رسول کے زریعے ہم تک پہنچائی ہے۔ ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو ہمیں ہماری زندگی کی ہر پہلو سے روشناس کرتی ہے۔ دنیا میں موجود ہر ایک خطہ اپنے الگ روایات رکھتی ہے، ہر ایک۔براعظم جہاں آبادی ہے ایک دوسرے سے الگ طرز حیات رکھتی ہے۔ لیکن مسلمان جس خطے میں بھی موجود ہو ان کے طرز حیات میں ایسے قانون لازمی ہوں گے جو اللہ کے بنائے ہوئے ہوں گے۔ ان کے لباس ایسے ہوں گے جو اسلامی قانون کی نشاندہی کریں گے۔ ان کے اخلاق ایسے ہوگے جو اسلامی قانون کی رو سے بہترین ہوں گے۔

پاکستان ایسے اسلامی قانون رکھتا ہے جس میں کسی اور دنیاوی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک اسلامی نظرئے پر بننے والا ملک جس کے لئے زندگی کا ہر پہلو اللہ کی طرف سے پہلے سے طے شدہ ہے اس کے باجود وہ ملک ایک اسلامی معاشرے کی قیام میں ناکام کیوں ہے؟ ابھی تک اس مقصد میں ناکامی کا سامنا کیوں ایک اسلامی ملک کو پڑ رہا ہے اور دن بدن ہم اپنے روایات سے کیوں دور ہوتے جا رہے ہیں؟ ایسے کئے سوالات ہے جس کا جواب ہر ایک محب وطن کے ذہن میں ابھر سکتا ہے۔ مشرقی اور مغربی

خطے یا اسلامی اور غیر اسلامی ممالک اپنے الگ پہچان رکھتے ہیں۔ دنیا نے جس تیز رفتاری سے پچھلے چند دہائیوں میں ترقی کی ہے اس سے دنیا میں ناقابل یقین تبدیلیاں آگئی ہیں۔

مسئلہ:

دنیا میں اس پڑنے والی تبدیلی نے پاکستانی معاشرے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ پاکستانی بھی اس تبدیلی کی کافی حد تک شکار ہوگئے ہیں۔ مغرب کی چمک نے ہماری آنکھوں کو اتنا دھندلا بنادیا ہے کہ وہ بصیرت جو ہمارے مذہب کا سرمایہ تھا کہیں ماند پڑ چکا ہے۔ اس بھاگ دوڑ میں وہ جو ہمارا نظریہ تھا جو ہمارے ماخذ تھے وہ کہیں پیچھے رہ گئے ہیں۔اسلامی معاشرے کی شناخت اس مغرب کی اندھی تقلید میں بری طرح مجروح ہو رہی ہے۔ پاکستان جو اسلامی اصولوں پر بنا تھا لیکن آزادی کے بعد بھی بدقسمتی سے معاشرے کا خواب دیکھا گیا تھا اس قسم کی معاشرے سے تاحال محروم ہے۔ سوشل میڈیا کی بدولت پاکستان کا اسلامی معاشرہ بہت تیزی کے ساتھ اپنا پہچان کھو رہا ہے۔ پاکستانی مغربی لباس، مغربی موسیقی، مغربی ادب اور مغربی معاشرے سے متاثر ہو رہے ہیں اور یہ سب سوشل میڈیا پر مغرب کی دمک اور دھوم کے سبب ہے۔ یہ تقلید نا صرف ہم پاکستانیوں کو اپنی روایات سے دور کر رہی ہے بلکہ ہماری شخصیت اور کردار کو بھی بگاڑ رہی ہے۔ایسے کئی سوالات بھی جنم لے رہے ہیں کہ ایسی کیا کمال ہے مغرب میں؟ ایسی کیا خاصیت ہے مغرب کی معاشرے میں؟ ایسی کیا سہولیات ہے؟ ایسی کیا رونقیں ہیں؟ جو پاکستانی معاشرہ اس سے لاچار ہے اور یہ سوال بھی نشان چھوڑتا ہے کہ اسلام ان نوجوانوں کو کوفی کیوں نہیں ہو رہا؟ مغربی تقلید نے پاکستانی معاشرے میں یک نئی قسم کی ثقافت کو جنم دیا ہے جو پاکستانی روایات سے بلکل الگ ہے۔ یہ نئی ثقافت مغربی لباس، مغربی ادب، ڈرامہ انڈسٹری اور رہن سہن پر مبنی ہے جو پاکستانیوں میں کافی مقبول ہو رہا ہے۔

پاکستانی معاشرہ:

پاکستانی معاشرے کی بنیاد اسلامی اصولوں پہ رکھی گئی ہے۔ یہاں کے رسم ورواج ہو، تعلیم ہو، ادب ہو، حتیٰ کے گھریلوں رہن سہن سب کی نظریہ اسلام پر ہے۔ پاکستانی معاشرہ الگ الگ مذاہب رکھنے کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں کے میل جوڑ کی حسن کو بھی دوبالا کرتی ہے جیسے سندھی، بلوچی، پنجابی، پشتون، چترالی، کشمیری غرض انواع اقسام کے خوبصورت علاقوں سے ممیّز ہے۔ پھر اس پر مذہب اسلام کا خوبصورت رنگ بکھرا ہے۔اس معاشرے کی ستانوے فیصد آبادی مسلم ہے جو ان کے باہمی ملاپ اور آپس میں محبت کو مزید بڑھادیتی ہے۔اسی طرح کئی قسم کے علاقائی ثقافتوں میں گرنے کے باوجود یہ معاشرہ نہ صرف ایک دوسرے سے پیوست ہے بلکہ یہ ان کا دنیا کی نظر میں ایک الگ مقام بھی متعین کرتی ہے۔

اس معاشرے کی خوش قسمتی یہ ہے کہ ہر فرد اپنی سرزمین سے اپنی جان کی حد تک محبت کرتا ہے اور اپنے مذہب کے بغیر خود کو نامکمل تصور کرتا ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ نظام جمھوری ہے اور شفافیت سے محروم ہے ۔ جہاں پر اس معاشرے کو مزید مستحکم کرنے کی ضرورت رہی ہے وہاں پر اس معاشرے کی آدھی تاریخ مارشل لاء کی حکومتوں اور سیاست کی چالوں تک محیط رہی ہے۔

یہ معاشرہ اگرچہ مختلف مسائل جیسے کئی قسم کی تحریکیں، بیروکریسی کی حاکمیت صنعتیں بحران ،اقربا پرستی، سیاسی تشدد، احتجاج، تعلیم کی کمی، دہشت گردی کے بڑھتے اثرات اور کرپشن جیسے ناسور میں بتلا ہو کر روبزوال ہے تو اس سب کے وجوہات اس معاشرے کی اپنی نظریہ سے دوری کی سبب ہے۔اسلامی نظریات سے انحراف نے اس معاشرے کو ایسی ہی اندوہناک دلدلوں میں

دھکیل دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی طرف نوجوانوں کے کم ہوتی رجحانات اور اپنے اسلامی روایات کی بھول نے نہ صرف معاشرے کا چہرہ بگاڑ دیا ہے بلکہ اس پر یہ مغربی معاشرے کی چمک دمک اور اندھی تقلید نے اس معاشرے کو گھٹنوں پر لا دیا ہے۔ وہ جو پاکستانی معاشرے پر نظر ڈالتے ہی ایک تفریق، ایک الگ ہونے، ایک خاص ہونے کا احساس دل میں جاگ جاتا تھا وہ احساس اب مفقود ہو چکا ہے۔ ہر طرف بس مغرب کے ہی رنگ نظر آ رہے ہیں۔

مغربی معاشرہ

مغربی معاشرے کو کبھی کوئی معقول بنیاد فراہم نہ ہو سکی اور نہ ہی وہ کوئی اصول پسند یا مستقل نظریہ پر قائم رہ سکا۔ وقت بدلنے کے ساتھ ساتھ ہی اس میں تغیر اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ سولہ صدی میں اس پر ہر باب کلیسا کی حکومت رہی، جو انہیں مختلف خرافات میں الجھا کر ان سے مال سمیٹنے میں لگ گئے تھے۔ بس عوام کو اپنی گناہوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا اور جنت کے اجازت نامے مل جایا کرتے تھے۔ ایک طرف ان دین کی سرپرستوں نے عوام کے حالت پستیوں میں گرائی ہوئی تھی دوسری طرف معاشرے کے امراء تھے جنہیں عوام پر زیادتی کی کھلی اجازت تھی۔ ان مظالم کے خلاف فکر لادینیت Modernism روشن خیالی کی تحریک چلی جس کی وجہ سے نہ صرف ان راہبوں اور امراء کے خلاف احتجاجیں ہوئیں بلکہ جدیدیت جیسی مذہب مخالف بنیادوں پر معاشرے کو کھڑا کیا گیا۔ ان تحریکوں کی بدولت معاشرے سے خدا کا وجود ہی منفی قرار دیا گیا (secularism)

(۱) اس غیر اخلاقی تخیلات پر مبنی معاشرے کے بارے میں لکھتا ہے۔ (Jack Grass) ایک نظریہ ساز مغربی مفکر جیک گراس

"Humanists start from the premise that there are no accessible gods, spirits or non material souls. There are no supernatural beings to instruct or inform us. Ideologically, we cannot turn to +any external sources for comfort, validation, or support."

یہی سے مغربی ہی ابتدا ہوئی کہ کوئی خدا ار روحانی یا غیر کچھ بھی نہیں ہے مغربی معاشرے میں انسانی وجود کا واحد مقصد خواہش نفس اور اپنی جان کی کیفیت کی تسکین ہونا ہوتا ہے نیکی صحیح اور غلط کی توفیق کا گنجائش نہیں رہتا، اخلاقی اقدار کی کوئی قیمت نہیں ہوتی کے بعد ماڈرنزم اور اس کے بعد پوسٹ ماڈرنزم کی شروعات ہوئی۔ اس کی آغاز 1980 سے مانی جاتی ہے۔ ماڈرنزم نے ہیومنیزم کی تردید کی اور پوسٹ ماڈرنزم نے ماڈرنزم کی تردید کی اور ایسی معاشرے کی تشکیل کی جس میں ہر طرح کی تصورات و خیالات کی آزادی کو یکسا اہمیت حاصل ہے کسی کو کسی کی خیال کی تردید کی ضرورت نہیں۔ (2)

مغربی معاشرے کی تشکیل اور بنیادی بنیاد ہمیشہ متضاد مراحل سے گزرتے رہے ہیں۔ انہیں کوئی ایسے رہنما اصول و قوانین نہیں ملے جس کی بنا پر زندگی کی حسین اقدار مرتب کیے جا سکے اور فطرت سے ہم اہنگ ہو اس بے ہنگا پن اور متضاد و تعبیراتی نظام کی وجہ سے معاشرہ تباہی و بربادی کی طرف رواں دواں ہے۔ یہاں کی زندگی بے چینی و مایوسی اور اضطرار و انتشار سے بھر چکی ہے۔ اس قسم کے معاشرے کے بارے میں مغربی مفکر چارلس لے گئے ایٹن (Charles Le Gai Eaten or Abdil Hakeem) اپنی کتاب (King of the Castle : Choice and Responsibility in the

(Modern World میں مغربی معاشرے کی افراتفری اور اخلاقی بربادی پر لکھتا ہے:

"انیسویں اور بیسویں صدی کے لوگوں کو تعویذ انسان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ تہذیب معاشرت کی تخلیق اور اس کے تعبیر کا موقع ملا صنعتی دور سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے لیکن بھیانک خواب کی مانند خوفناک ماحول بھی برپا ہو گیا۔"(3)

مغربی معاشرے میں یہ غیر مستحکم پروان چڑھانے اور ان نظریات کی تشہیر کے لیے ہر دور میں تحریکوں نے سر اٹھا دیا ہے جس نے معاشرے کو حیرانیت اور شہوت پرستی کے ایسے دلدل میں لا چھوڑا ہے جس سے نکلنے کے لیے اب ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا جا رہا ہے مگر اس کے باوجود معاشرہ فساد و تباہی کے مختلف برائیوں میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ اہل مغرب اپنی تہذیب و ثقافت کا دارومدار تین چیزوں پر رکھتے ہیں آزادی، مساوات، ترقی۔ اگر ان تینوں چیزوں میں اضافہ ہو رہا ہے تو ان کو فروغ دیا جاتا ہے اور اگر کوئی فرد یا گروہ اس میں رکاوٹ بنتا ہے تو اس کو قانوناً ختم کیا جاتا ہے انہی تین صفات پر اہل مغرب کے قوانین ہیں جس کی پابند وہ ساری دنیا کو بنا رہے ہیں۔

پاکستانی اور مغربی معاشرے میں تضاد

مذہبی تضاد

پاکستانی معاشرہ ایک مذہبی اقدار و روایات میں پرویا ہوا معاشرہ ہے۔ اس کی اپنی خصوصیات سے جو اس کی دنیا میں ممتاز بناتی ہے اس معاشرے میں عبادات، معاملات، بیوع اور رسم و رواج اللہ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق طے ہوتے ہیں۔ مذہبی تعلیم ان مذہبی اقدار کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس قسم نظام میں ذات واحد یعنی اللہ سبحانہ و تعالی کو مالک الملک سمجھا جاتا ہے اور پھر اس کے نازل کیے گئے احکام پر ایمان قبولیت میں اولین شرط ہے۔ شرک کی کسی بھی قسم اجازت نہیں، ساری مخلوق اس خدا واحد کی محتاج ہے۔ یہی سب کا عقیدہ ہے۔ اس امت کا ایک ماضی بھی ہے۔ جبکہ خدا نے آخری مرتبہ اپنا دین نازل کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس دین کو اس کے بندوں کے درمیان پھیلائے اور اسے غالب و سربلند کرنے کی جدوجہد کرے۔ لوگوں کو معروف کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ خیر کی راہ دکھائے اور شر سے باز رکھے، دنیا سے ظلم کو مٹائے اور عدل و انصاف کو قائم کرے۔ اس امت نے خدا کی اس حکم کو دل سے سنا اور اسے پورا کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔(4)

مغرب میں مذہب بس ایک شناخت یا رسم بن چکا ہے بلکہ خدا کا تصور تو معاشرے سے مفقود کرنے کی کوشش بھی تیز ہے۔ مذہب عیسائیت جو ان کے پاس ہے وہ صرف تصورات ہے جن میں وقت بدلتے وقت کے ساتھ ہی اپنی مرضی سے تحریف کیا جاتا ہے۔ ان کے ہاں خدا کو ایک بھی تصور کیا جاتا ہے اور ساتھ عیسی اور روح القدس کو بھی شریکدار ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہ عجیب و غریب نظریہ ان کی خود بھی سمجھ سے باہر ہے۔ دین کے نام پر ان کے پاس صرف ایک مغلوبہ ہے۔ یہاں پہ سیکولرزم ہے جس میں آخرت کا کوئی تصور نہیں وہ صرف دنیاوی معاملات سے بحث کرتا ہے۔ اس کا مقصد اور عنصر یہ ہے کہ ریاست کو مذہب سے الگ کرتا ہے کہ۔ ون سا فرد کیا عقیدہ رکھتا ہے ریاست کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

اسلامی معاشرے کو بیان کرتے کتاب علامہ "اقبال کا نظریہ تعلیم" میں لکھا گیا ہے کہ "تعلیم کا مقصد ہی یہی ہونا چاہیے کہ طلباء اپنے دینی، مذہب اور نظریہ حیات سے آشنا ہوں۔ وہ زندگی کے صحیح مفہوم، مقصد اور دنیا میں انسان کی حیثیت کو سمجھتے ہو۔ رسالت و آخرت اور انفرادی و اجتماعی زندگی پر ان کی کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اور وہ اس سے بخوبی واقف ہوں۔ اخلاقیات کے اسلامی اصول اسلامی ثقافت اور ایک مسلمان کے فرائض اور اس کے مشن سے وہ پوری طرح باخبر ہو۔"(5)

مغربی معاشرے کی بنیاد اور وجود مشرق کے بالکل تضاد پر ہے ان کی بنیادیں مذہب کی بجائے سیکولرزم پر کھڑی ہے۔ "قرون وسطی میں رومن کھیتو لک پادری دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ایک وہ پادری جو کلیسائی ضابطوں کے تحت خانقاہوں میں رہتے تھے۔دوسرے وہ پادری جو عام شہریوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔کلیسا کی اصطلاح میں آخر ذکر کو سیکولر پادری کہا جاتا تھا۔وہ تمام ادارے بھی سیکولر کہلاتے تھے جو کلیسا کے ماتحت نہ تھے اور وہ جائیداد بھی جس کو کلیسا فروخت کرتا تھا۔ آج کل سیکولیرازم سے مراد ریاستی سیاست یا نظم و نسق کی مذہب یا کلیسا سے علیحدگی کی ہے۔"(6)

مولانا وحید الدین مسائل اتحاد میں لکھتے ہیں: "حقیقت یہ ہے سیکولازم کو کوئی مذہبی عقیدہ نہیں سیکولرزم کا مطلب لادینیت نہیں بلکہ مذہب کے بارے میں غیر جانبدارانہ پالیسی اختیار کرنا ہے۔یہ ایک عملی تدبیر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی نزاع سے بچتے ہوئے سیاسی اور اقتصادی امور میں مشترک بنیاد پر ملک کا نظام چلایا جائے۔"(7)

مغرب میں معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی مذہبی اشارے یا قوانین نہیں ہے۔ریاست مذہب کو حکومت سے الگ تصور کرتی ہے۔معاشرے کا وجود انسانی تجربے اور عقل پر کھڑا کیا جاتا ہے۔پاکستان میں اس کے برعکس کوئی بھی قانون لاگو ہونے سے پہلے اسے اسلامی فتاوٰی سے گزرنا پڑتا ہے۔ تب تک کوئی بات حکم قانون اور آئین نہیں بن سکتا جب تک اس سے اس پہلو سے نہ پرکھا جائے کہ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں۔ مغرب میں مذہب کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ان کے قوانین اور اقدار انسانی عقل اور تجربوں کی مرہون منت ہے۔جبکہ اسلام کہتا ہے کہ عقلوں میں اختلاف آسکتا ہے۔

معاشرتی تضاد

پاکستان ایک اسلامی معاشرے سے گوندا ہوا ملک ہے اور اس کے اسلامی معاشرے کو اعزاز حاصل ہے کہ اس میں اجتماع کا بنیادی رشتہ عقیدہ ہے اور عقیدے کی رو سے کسی بھی حسب نسب والے کو اور کسی گورے کالے کو کسی پر کوئی امتیاز نہیں ان سب کا پروردگار صرف اللہ ہے اللہ تعالی اس بارے میں یوں فرماتے ہیں:

یاایھاالناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفو ان اکرمکم عنداللہ اقکم ان اللہ علیم خبیر۔(8)""

ترجمہ۔

"اے انسانوں! ہم نے تم لوگوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تمہارے اندر سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ سب کو جاننے والا باخبر ہے۔"

اس معاشرے کی 97 فیصد ابادی مسلمان ہے اور ہندو سکھ عیسائی اقلیت بھی پاکستانی شہری ہے۔کچھ پاکستانی معاشرتی اصول جسے اسلامی قوانین کے مطابق فرض کر دیا گیا ہے۔

1۔خواتین کو وراثت میں حصہ دار بنادیا ہے۔

2۔مرد اور عورت کے حصے مقرر کیے گئے ہیں۔

3۔نادر اور غریب مسلمانوں کو اپنے امیر رشتہ داروں پر بوجہ مفلسی کا نان نفقہ کا حق دائر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

4۔ایک اور خوبصورتی اس نظام کی زکوۃ ہے جس سے دولت معاشرے کے اندر گردش کرتا ہے اور کسی ایک کے درمیان نہیں رہتا ہے۔

5۔صدق وخیرات کا حکم دیا گیا ہے جیسے صدقہ فطرانہ وغیرہ۔

6۔علامہ یوسف قرضاوی(۹) کے مطابق دولت مند رشتداروں پر فقیر اقرباء کے نان نفقہ کا واجب ہے۔

7۔علامہ احزم(۱۰) بھی بہت خوبصورتی اس نظام کا ائینہ دکھاتے ہیں کہ ہر شہر کے امراء کو حکومت عریبوں کے نان نفقہ پر مجبور کرسکتی ہے۔

پاکستانی معاشرہ مختلف علاقوں زبان اور مذہبوں سے بنا ہے ان علاقوں پر عرب ، منگولوں، مغلو اور اتاترک جیسے مختلف ثقافتوں کی سرپرستی رہی ہے۔ پاکستان اسی وجہ سے ایک وسیع اور متنوع ثقافت رکھتا ہے یااور یہ کہنا بھی غلط نہیں ہوگا کہ پاکستان کی ثقافت صدیوں سے پرانی ہے پاکستانی ثقافت کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں مختلف رنگ شامل ہونے کی وجہ سے اس کی انفرادیت اور خوش رنگی کو چار چاند لگ گئے ہیں جس سے کہیں پر کشمیری رنگ، کہیں بر بلوچی ، کہیں پر پختون روایات ، کہی پر سندھی کلچر اور کہیں پر پنجابی تہذیب کا رنگ نظر اتا ہے۔

مغربی معاشرے کی تشکیل ہیومنزم پر رکھی گئی ہے۔ ہیومنزم کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے مارکس اور انگلس کے منتو فیسٹو (11) میں خاص طور پر کہا گیا ہے کہ " قانون ، اخلاق اور مذہب سب اقتصادی آسودگی کی فریب کاری ہے جس کی آڑ میں اس کے بہت سے مفاد چھپے ہوئے ہیں کلیسائی استبداد کے بعد مغربی معاشرے پر ہیومینزم کا رنگ چھا گیا مگر جنگ دوم کے بعد ایک اور نظام جدیدیت کے نام سے اس معاشرے میں پیدا ہوئی۔جس نے ایسے معاشرے کی تشکیل کی دعوت دی جس میں روحانی طرز پہلو مفقود تھا مادی خواہشات اور نفسانی ہیجانات کو خدا، تصور وآخرت اور اخلاقی اقدار کے تمام امور سے بالاتر سمجھا گیا،اس سسٹم میں صرف تجربات اور عقلی پیمانوں کی جگہ تھی اور اسی پر معاشرے کی بنیاد رکھی گئی۔جدیدیت کے بعد بہت جلد ”ماہ بعد جدیدیت“کا دور شروع ہوا ہیومنزم اور جدیدیت کو لیوی اسٹریس، فوالٹ اور لیے کین نے فراڈ قرار دے دیا اور اس کی شدید مخالفت کی۔"(12)

اسی معاشرے کے بارے میں جیک گراسی لکھتے ہیں: ”یعنی ہم کسی بھی چیز پر یقین کرسکتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ ہم کسی بھی چیز پر یقین نہیں کرتے ۔"(13) نقطہ بحث کا یہ ہے کہ مغربی معاشرہ ہمیشہ تضاد کا شکار رہا اور ان کے پاس ایسے مستحکم اصول اور قوانین نہیں ہے جس کی مدد سے یہ اپنی زندگی کو مرتب کرسکے ایک جرمن ماہ نفسیات ”کارل جنگ“ نے اس قسم کے معاشرے کے بارے میں ان الفاظوں میں پیشن گوئی کی تھی:

”میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ دنیا کو معقول نظم وانتظام پر مبنی معاشرہ کے امکانات سے مایوسی ہی ہاتھ لگ گئی اور مجھے امن واہم آہنگی اور خوبصورت طرز زندگی کی سینکڑوں سالہ خواب چکنا چور کوتاہی نظر ارہا ہے“۔(14)

خاندانی نظام میں تضاد

اللہ تعالی نے انسان کو اختیار کی آزادی سے نوازا یہ کہ کائنات کی ان گنت وسائل اور جسمانی صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے اللہ کی فرمانبرداری کرے یا نافرمانی کرے اور پھر اس پر جزا یا سزا کا مستحق ٹھہرے ،یہی اس کا امتحان ہے ۔پھر انسانوں کی حفاظت کے واسطے خاندانیں بنائی تاکہ ایک دوسرے کا خیال رکھ سکے۔ سورت البقرہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے ؛

"ترجمہ۔ یاد کرو اسرائیل کی اولاد ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا لوگوں سے بھلی بات کہنا نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہدے سے پھرے اور اب تک پھیرے ہوئے ہو۔:(البقرہ:83)(15)

پاکستانی معاشرے کا ایک خوبصورت رنگ جو اسے باقی دوسرے معاشروں سے ممتاز بناتی ہے اس کا خاندانی نظام ہے۔ یہاں اس نظام میں عورت اور مرد کے درمیان نکاح کا تعلق محض شہوتی نہیں ہے بلکہ ایک گہری تمدنی، اخلاقی اور قلبی تعلق ہے۔"اسلام میں نکاح و شادی ایک پاکیزہ بندھن ہے جس میں محبت ہمدردی، پاکدامنی، تعلیم و تربیت، حقوق شناسی اور حقوق کی ادائیگی کے ساتھ تمام امتیازات سے بھرپور ہے اس لیے اسلام نے مشرک عورت اور مرد سے نکاح حرام قرار دیا ہے کہ ان رشتوں کا اثر اگلے خاندانوں تک ہو سکتی ہے۔"(16)

یہاں پر بڑوں کا احترام، ان کی تابعداری، ان کی پیروی، بچوں سے پیار، نوجوان کی رہنمائی اور ان کے لیے بہترین اقدام لینا اس معاشرے کی ممتازیت ہے یہاں پر بڑوں کے فیصلوں کو مانا جاتا ہے ان کی رائے کا احترام کیا جاتا ہے ان کو فخر سے سرپرست اعلیٰ کا مقام دیا جاتا ہے ان کی نافرمانی یا فیصلے سے منہ موڑنا بے ادبی اور گستاخی کے زمر میں آتا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کی خوشیوں کا خیال رکھا جاتا ہے ان کو اپنی زندگی کا سرمایہ کل تصور کیا جاتا ہے ان پر بڑے اپنے مستقبل کا انحصار کرتے ہیں۔

پاکستان میں خاندان ایک نیٹ ورک کی طرح کام کرتا ہے سب رشتے ایک دوسرے سے جڑے رہتے ہیں۔ بڑے ڈانٹ ڈپٹ لے تو کسی کی ماتھے پر شکن نمودار نہیں ہوتی۔ بڑوں سے کیوں کا سوال نہیں پوچھا جاتا۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، بچے، دادا، دادی، نانا، نانی، ماموں، چاچا، خالہ، پھوپھی اس طرح سسرالی رشتے سب ایک تار میں پروئے ہوتے ہیں۔ خاندان کسی بھی فرد کی شناخت ہوتا ہے جو اسے دنیا میں الگ مقام دیتی ہے اور یہ شناخت جہاں پاکستانی معاشرے میں کافی حد تک مستحکم ہے مغربی معاشرے میں اتنا نخیف ہے۔ پاکستانی معاشرے میں جہاں شادی بیاہ ایک دینی اور دنیاوی معاہدہ اور رسم تصور ہوتا ہے وہاں مغرب میں یہ ایک صرف قانونی معاہدہ تصور ہوتا ہے مغرب اور اہل مغرب کے بارے میں علامہ اقبال (17) نے فرمایا ہے:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا"

اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نا سکا

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا

زندگی کی شب تاریخ سحر کرنا۔"(18)ا

خاندانی نظام کا زوال مغربی معاشرے میں صاف دکھائی دیتا ہے۔ بچوں کی تربیت فقدان نے معاشرے کو گمراہیوں میں لپیٹ دیا ہے۔ خاندانی تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے حکومت طرح طرح کے اقدامات کر رہی ہے جیسے جرمنی کا فیملی فیملی سپورٹ پروگرام کے تحت خاندانوں میں تعلقات بہتر کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ عورت کو مساوی حقوق کے نام پر جو گھر سے باہر کر دیا ہے اس کے نقصانات کے لپیٹ میں سارا معاشرہ آچکا ہے۔ مشہور اسلامی مفکر و اسکالر ڈاکٹر مصطفیٰ سباغی (19) نے اپنی کتاب اسلامی تہذیب کی چند درخشاں پہلو میں اپنا مشاہدہ یوں لکھا ہے:

"پس وہ بنیادیں جن پر مغربی دنیا استوار ہے، خالص مادی ہیں اور دین کی روحانیت اور باطنی اثرات سے بہت بعید ہے۔

چنانچہ دین و مذہب مغربی ممالک میں اپنا غلبہ و اقتدار روز بروز کھوتا چلا جا رہا ہے اور آج مغربی انسان اپنی آپ کو انحطاط کے عمیق ترین گڑھے کی طرف جاتا دیکھ کر سخت ترین اضطراب و تشویش میں ہے۔ان کے مفکرین اور اصحاب بصیرت دین کی روحانی قدروں کو دوبارہ بروئے کار لانا چاہتے ہیں لیکن یہ انہیں کہاں سے ملے گی؟ الحاد و مادیت کا شجر خبیث اب اپنے کڑوے کسیلے پھل دے رہا ہے"۔(20)

سویت یونین کے اخری صدر میخال گوربہ چوک (۲۱) نے اپنی کتاب "پیڑا سٹرائیکا" عورتوں کے باب میں لکھتا ہے "ہماری مغرب سوسائٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکالا گیا اور اس کو گھر سے باہر نکالنے کے نتیجے میں بے شک ہم نے کچھ معاشی فوائد حاصل کیے اور پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا خاندانی نظام تباہ ہو گیا جس کے نقصانات ان فوائد سے زیادہ ہے جو ہمیں اس اضافے کے نتیجے میں حاصل ہوئے"۔(۲۲)

مغرب میں شادی یا خاندان بنانے کا تصور کا پینا نحیف ہے وہاں ناجائز رشتوں کی بھرمار ہے اور ازدواجی زندگی حد سے زیادہ کمزور اور بے اثر ہے بلکہ وہاں ایسے اخبارات، میگزین اور کمیٹیاں ہیں جو ازدواجی زندگی میں خیانت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔پردہ وحجاب کو دقیانوسی قرار دیتے ہیں۔" نبی ﷺ کا قول کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہو۔" (۲۳) اس کا مغربی معاشرے میں کوئی تربیت نہیں خاندان کے ساتھ بڑھتی خیانت ان کا خیال میں ان کا جدیدیت ہے۔

اب ان معاشروں کے خاندان نظام تباہ ہو چکے ہیں۔ذمہ داری کا احساس نہیں، خود کفالتی ایک خواب بن چکا ہے اور خاندان نظام منتشر ہے۔ عورتوں کی گھر سے باہر رہنے کی وجہ سے کم عمر بچے اپنی زندگی سے کھیلتے ہیں۔آج مغربی معاشرہ اور مغربی خاندان اذیت ناک کیفیت سے دو چار ہے۔خاندان اور گھر کا نظام درہم برہم ہے۔ مغرب نے انفرادیت کے فوائد اور نقصانات کو جھیلا اور اب خاندانی نظام کی اہمیت کو دوبارہ سمجھ رہا ہے۔

پاکستانی اور مغربی معاشرے میں تعلیمی تضاد

کسی بھی نظام کو برقرار رکھنے کے لیے اور اس میں مزید بہتری لانے کے لیے تعلیم اولین اور ضروری شرط ہے۔ تعلیم میں ایک قدم کی شکست کسی بھی قوم کو سو قدم پیچھے لے جا سکتی ہے۔کسی بھی نظام میں اگر تعلیم مختلف طبقات کے لیے مختلف ہو تو معاشرہ تنزل کا شکار ہو جاتا ہے۔نہ صرف معاشرہ احساس برتری اور احساس کمتری کے دو سکوں میں بٹ جاتا ہے بلکہ قوم کی تنزل کی سبب بھی بن جاتا ہے۔

پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور اسلام دولت و علم دونوں کی سرمایہ کاری معاشرے کے لیے یکساں طور پر نقصان دہ قرار دیتا ہے۔ اسلام نے ایک طرح طالب علم اور تبلیغ دونوں کو فریضہ قرار دے کر چاہا ہے کہ علم کے سرمایہ داری کا قلع قمع کر دے اور دوسری طرف صاحب ثروت کی اپنی ضروریات سے فاضل یا اندوہتی دولت میں غریبوں کی زکوۃ وصدقات کی صورت میں حصہ دلا کر گردش زر کے فطری عمل میں تیز رفتاری پیدا کرنی چاہی ہے۔

اس معاشرے کے اپنے ہی اقدار روایات اور تعلیمات ہے جو اس کو ماننے والوں کی رہنمائی کرتی ہے یہ معاشرہ دین اور دنیا کو ساتھ لے کر چلنے کی ہدایت سے بہرہ مند ہے۔اسلام مہدے سے لے کر لہد تک علم حاصل کرنے کا حکم دیتی ہے اور عورت اور مرد دونوں کو اس میں برابر حصہ دار گردانتی ہے ۔ انسانوں کی تربیت کے لیے جہاں شخصی نمونہ ضروری ہے وہی نصیحت اور قصص کے ذریعے بھی تربیت کا کام انجام دیا جاتا ہے۔"وعظ ونصیحتاور قصص بھی تربیت کے ذرائع ہیں اور یہ طریقے بھی نفس

پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔" (۲۴)

مغربی تعلیم کے بارے میں مقرر اسلام حضرت مولانا سیدی ابو الحسن علی ندوی فرماتے ہیں: "یہ مغربی نظام تعلیم در حقیقت مشرقی اور اسلامی ممالک میں ایک گہرے قسم کی لیکن خاموش نسل کشی کے مرادف ہے، عقلاء مغرب نے ایک پوری نسل کو جسمانی طور پر ہلاک کرنے کے فرسودہ اور بدنام طریقہ کو چھوڑ کر اسکو اپنے سانچے میں ڈھال لینے کا فیصلہ کیا اور اس کام کے لیے جابجا کر مراکز قائم کیے جن کو تعلیم گاہوں اور کالجوں کے نام سے موسوم کیا۔" (۲۵)

مغربی تعلیم وقت کے ساتھ ساتھ تغیر و تبادل کا شکار رہا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے مقاصد بدلتے رہتے ہیں ۔ تعلیم کا مقصد ان کے ہاں اپنے ثقافت کی حفاظت اور معاشرے کی بقا ہے۔ مخلوط تعلیمی نظام اخلاقی مفاسد میں اپنا کردار اچھے سے ادا کر رہے ہیں۔ جن کے لیے اخلاقی تصورات میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہے۔ روس میں تعلیم کا مقصد بہت عرصے تک کمیونسٹ بنانا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ بالغوں کی خواندگی کے ساتھ ساتھ بالغوں کے لیے ایسی تعلیم کا اہتمام بھی کیا گیا۔ کہ ان کو جدید دور کی عالمی سطح کے برابر لایا جاسکے۔ مغربی معاشرہ میں ماہرین تعلیم ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کے لیے سرگرم رہتے ہیں۔ تعلیم کے بارے میں مشہور امریکن ماہر تعلیم اور فلسفی جان ڈیوی (۲۶) کی دو کتابوں نے بہت شہرت پائی ہے۔ "اسکول اینڈ سوسائٹی" اور "چائلڈ اینڈ ایجوکیشنل سلیبس" ان دونوں کتابوں میں انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ تعلیم ایسا ہونا چاہیے کہ اس میں سیکھنے والے دلچسپی لے سکے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ بچے کو تعلیم کی وجہ سے پابند کرنے کی بجائے اسے تجربات اور میل جول سے سکھانا چاہیے۔ ایک اور بات یہ ہے اہم لکھی کی تعلیم کا مقصد ایسا ہونا چاہیے جو سیکھنے والے کی رہنمائی ہو سکے۔

پاکستان میں مغربی تقلید کے اسباب

1۔ انسانیت کی قدر و منزلت:

مغربی معاشرے میں انسانیت کی طے کئے ہوئے قانون جو انسان کے لیے ہے اس کی قدر منزلت برقرار ہے۔ کسی ایک فرد کی تکلیف پر فوراً قانون نوٹس لیتا ہے۔ کسی کو بھی انسانیت کی پامالی، بے حرمتی یا جبر و ظلم کی اجازت نہیں۔ معاشرے میں سب انسانوں کے حقوق برابر ہے۔ مذہب نسل رنگ کے بنا پر کوئی شرف نہیں اگر آپ اس قابل ہو کہ آپ کی احترام کی جائے تو اپ کی احترام سارا معاشرہ کرے گی اور ہاں آپ نے غلط کیا تو آپ کو غلط سارا معاشرہ کہے گا۔ کسی گناہ یا کسی غلطی کے ساتھ دینے پر اسے برابر کا قصور وار ٹھرایا جاتا ہے۔ پاکستان میں جہاں کئی دہائیوں سے انسانیت کی دھجیاں اڑائی جارہی ہے اس نے پاکستان کے عوام کو موازنہ کرنے پر اکسایا ہے۔ پاکستانی اپنی عدلیہ اور قانون کے مغرب کی عدلیہ اور قانون سے تقابل کرتا ہے اور مزید احساس کمتری میں مبتلا ہو رہا ہے۔ انسان کی جان و مال محفوظ نہیں۔ سر عام قتل کر کے قاتل کا آزاد گھومنا کوئی کھیل تماشہ بن گیا ہے۔ سزا صرف غریب کے لیے ہے جبکہ امراء اور امیر اس قانون کی بلادستی سے مستثناء ہے۔ ہر ایک حکومت اپنے مفاد کے خاطر آئین میں ترمیم کر جاتا ہے۔ انسانیت کی بقا کے لیے کوئی سخت رولز ریگولیشن نہیں ہے۔ پاکستانی نوجوان اپنے مستقبل میں خود کو محفوظ تصور نہیں کرتے مغرب میں انسانیت کی قدر و خیال نے ان کو مغرب کی طرف جھکا دیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی مغرب معاشرے سے متاثر ہیں یا مغرب میں پائے جانے والی انسانیت کی قدر و

منزلت سے؟

قانون کی بالادستی

مغربی معاشرے میں قانون کی بالادستی ہے۔ سزا اور جزا میں سب برابر ہے۔ حقوق وفرائض بھی سب کے لیے ایک جیسے ہیں۔ اس معاشرے میں کوئی وزیر، پارلیمنٹ، استاد، حکام کوئی بھی قانون کے خلاف ورزی کی جرات نہیں کر سکتا ورنہ عام اور خاص کے لیے ایک جیسی سزا ہے، ہر قسم کا طبقہ برابر ہے۔ کسی کی بے عزتی اور غلط بیانی پر بھی عدالتوں کا رخ کیا جاتا ہے جہاں سے انصاف کے فیصلے مہینے اور سال نہیں لگاتے۔ مغرب میں قانون کا احترام اور قانون میں یکسانیت سب کے لیے ہے۔ عدلیہ پر دباؤ نہیں ہوتا کوئی پل کے نیچے سونے والا بھکاری بھی کسی پارلیمنٹریز پر مقدمہ کر سکتا ہے اور ان عدالتوں میں دونوں کو برابر کھڑا کر کے فیصلہ کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جہاں قانون کی دھجیاں اڑائی جارہی ہے وہاں پہ پاکستانی مایوس ہے۔ظالم کے خلاف کوئی خاص کاروائی نہیں کی جاتی۔امیر و غریب کے لیے قانون یہاں تک کہ جیل بھی الگ ہے۔ چند دہائیوں سے قانون حکمرانوں کے ہاتھوں کالٹوں بن گیا ہے جسے وہ جہاں اور جس طرف چاہے گھماتے ہیں۔ احتساب صرف زیر پرست لوگوں کے لیے ہے۔ قانون پر تنقید کرنے کا حق حکمرانوں کے پاس محفوظ ہے جس کے بنا پر عدلیہ تنقید کا نشانہ بنتی ہے۔ قانونیت کا ایک دوسرا رخ مغرب ہے جہاں پر قانون کے سب کے لیے ایک جیسی ہے۔ کوئی کسی کا حق نہیں مار سکتا قانون کی یوں سستی بارگین نے پاکستانیوں کو اپنے معاشرے سے بدظن کیا ہے۔ ان کو مغرب کی معاشرہ کہ یہ کشش بھی اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ اسلام کی طے شدہ قانون حکمرانوں کے عیاشیوں کو ڈھول میں کہیں دھب چکا ہے۔ چند دہائیوں سے اس لا قانونیت کی سبب پاکستانی معاشرے میں مایوسی مزید بڑھ چکی ہے جو مغرب کی تقلید کی ایک بڑی سبب ہے۔

مغرب کے نظام تعلیم

پاکستانی معاشرہ کافی حد تک مغربی نظام تعلیم سے متاثر ہو رہا ہے۔ یہاں کی نصاب پر مغرب کا رنگ گہرا چڑھا ہے۔ اگر پاکستان کی شروعات سے دیکھا جائے تو انگریزوں نے زیر دست رہنے کے بعد مسلمان کا مقصد ان کی خوشنودی بن گئی تھی یا اس دور میں واقعی انگریزی تعلیم کے بغیر ملازمت کا حصول یا ملک کے لیے کوئی فلاحی کام کرنا ممکن نہیں تھا، اس وقت سے ہی مغربی تعلیم کو معاشرے میں لاگو ہونے کا عمل شروع ہوا تھا۔ اردو کبھی وہ مقام نہیں لے سکی جو اس کا حق ہے۔ طلبہ ذہین تب بن سکتے ہیں جب ان کو انگریزی زبان پہ مہارت ہوگا کیونکہ آدھے سے زیادہ نصاب قومی یا علاقائی زبان کے بجائے انگلش زبان میں ہیں۔ بچپن سے بچوں کے دماغ میں یہ احساس بودی جاتی ہے کہ انہیں کسی بھی حالت میں انگلش سیکھنا ہے تبھی وہ ذہین بنیں گے۔ اسلامی تعلیم اور تعلیمات کہی ماضی کی دریچوں تلے دب گئے ہیں۔ والدین بھی ایک دوسرے سے اس ضد میں ہے کہ اس کا بچہ بھی انگریزی سیکھ سکے۔ یہاں سے طالب علموں میں احساس کمتری پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کے علم حاصل کرنے کا آدھا سے زیادہ وقت انگریزی سیکھنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مقصد کے حصول میں بری طرح ناکام ہونے میں وہ ایک ایسے معاشرے کی طرف دیکھتے ہیں جو کامیاب ہے جن پر دوسری زبانوں کو سیکھنے کا جبر نہیں۔ جہاں علم ایک بھاری اور بے کار بوجھ نہیں بلکہ سیکھنے کا وہ عمل ہے جو ان کی باقی زندگی کو پر عیش اور خوبصورت بنادیتی ہے۔ ایسے میں کیا کوئی ایسے معاشرے کو پسند نہیں کرے گا؟

ایک اور وجہ پاکستان کی ناقص نظام تعلیم کی یہ ہے کہ صرف دوسروں ملکوں کے نقالی ہے۔ ان کے اپنے کوئی منصوبے نہیں ہوتے ورنہ وہ جان لیتے کہ دوسروں ملکوں کی نظام تعلیم دیکھ کر اپنے ملک میں لاگو کرنا کہاں کی انصاف ہے؟ جبکہ دوسرے

ممالک اور خطوں کے رسم و رواج، زبان، رہن سن، مذہب، کلچر روایات سب ہم سے الگ ہے۔ہاں ہمیں جدید تعلیم کی ملک میں فروغ دینے کی ضرورت ہے۔یہ ٹیکنالوجی کا دور ہے تو ہمیں جدیدیت لانی چاہیے مگر نقالی تو نہیں کسی اور کی نظام تعلیم کی پیروی تو نہیں۔ ایسی تعلیم کا کوئی خاص فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے عوام مایوس ہیں۔ وہ خود کو تعلیم اور مغرب کی تعلیم نظام میں تقابل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مغربی کامیاب نظام تعلیم ان کی سوچ کو منفی رخ دے جاتی ہے۔طالب علموں کو ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جو اسلامی عقائد کی بنیاد پر ہو اور جو انہیں دنیا سے قدم سے قدم ملا کر چلائیں، کسی اور تہذیب اور تعلیم کی پیروی ان کے مسائل کا حل نہیں ہے۔ پاکستانی نظام تعلیم کا کوئی بہترین ڈھانچہ نہیں۔ وہ طالب علموں کے سوچ کو ابھار نہیں سکتی، ان کے سوچ کو راہ نہیں دے سکتی۔اس نظام تعلیم میں طالب علموں کے لیے روشن مستقبل کی عکس نہیں ہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کیا کریں گے ؟اس نظام تعلیم میں اس سوال کا جواب نہیں پڑھایا جاتا ہے۔یہی وجوہات ہے کہ پاکستانی معاشرے کو مغرب کی طرف راغب کر رہی ہے۔

مغربی ڈیموکریسی اور پاکستانی معاشرہ

مارکس اور انگلش کے مینو فیسٹو میں تحریر ہے (27) :

” قانون اخلاق اور مذہب سب اقتصادی اسودی کے فریب کاری ہے جس کی اڑ میں اس کے بہت سے مفاد چھپے ہوئے ہیں۔ "(28) اسلام نے چونکہ اپنے اصول اور قانون حکومت ارعام کے حوالے سے دوٹوک بیان کیے ہیں کہ خدا تعالی زمین پر کسی قسم حکومت کا نفاذ چاہتا ہے مگر جدید محققین کے پیش نظر پاکستان صرف اسلامی نہیں بلکہ ایک جمہوری ملک بھی ہے۔اس کی تاریخ مارشا لاء سے رنگی ہے۔ جنگوں کا اس کے دامن پر داغ لگے ہیں اور پچھلے چار دہائی سے تو حکومت دو خاندانوں کے ادلا بدلی بن گئی ہے۔ جمہوریت یعنی کبھی ایک کی باری کبھی دوسری کی باری عوام کی ووٹ کو محض ایک رسم بنا کر چھوڑا گیا ہے اور حکومت تو چند امراء کے مابین مشورہ بن چکا ہے کارل بیکر (29) لکھتے ہیں :

“(Democracy) A kind of conceptual Gladstone bag, whish with a little manipulation, can be made to accommodate almost any collection of social facts, we may wish to carry about in it.”(30)

اگر جمہوریت اور اسلام کو شریکت کے پہلو سے یکثر انداز کر کے دیکھا جائے تو اسلام نے جمہوریت کا نہیں کہا ہے۔ جمہوریت اور اسلامی حکومت میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کالے اور سفید رنگ میں ہے۔ جمہوریت کا مطلب ہے عوام کی حکومت عوام کے ذریعے ، عوام کے بہبود کے لیے لیکن اسلام یہ نہیں کہتا اسلام میں اللہ تعالی کی حکومت اللہ کے قانون کے ذریعے اور اللہ کے ماننے والوں کے لیے۔ اب دیکھیے کتنا اختلاف اور فرق ہے دونوں میں۔اب سوچئے مغرب جو ساری جمہوریت ہے اور پاکستان جو ایک اسلامی ملک ہے جو اپنا قانون رکھتا ہے وہ مغرب کی تقلید میں جمہوریت کا نقل کر کے ایک فلاحی معاشرہ ایک مطمئن معاشرہ تشکیل دے سکتا ہے۔ شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی ہر ایک پاکستانی اس سسٹم سے نکلنے کا سوچتا ہے۔ وہ اس معاشرے میں خود کو مساوی حقوق کے بغیر ان فٹ محسوس کرتا ہے ان کے سامنے دو قسم کے معاشرے ہیں ایک ان کا اصلاحی جمہوریہ پاکستان کا معاشرہ جہاں پہ بادشاہت سے بدترین حکومت ہے اور دوسرا مغرب کا معاشرہ جہاں قانون کی پاسداری اور عوام کی پسند کی ترجیح دیا جاتا ہے۔ اگر ان سارے پہلو پہ غور کیا جائے تو مغرب کا معاشرہ ایسا ہے جہاں پر انسان انصاف اور یکسانیت کے حقوق ہیں۔ تو کیا کوئی

ایسی صورتحال میں مغرب کی چاہت نہیں کرے گا ؟کیا پاکستانی نہیں چاہیں گے کہ وہ بھی ایسے معاشرے کا حصہ بنے جو ان کی حفاظت کرے۔ جہاں پر ان کا احترام ہو جہاں پر ان کی جان ومال وآبرو کی حفاظت ہو۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی

پاکستان کے علوم سائنس اور ٹیکنالوجی میں پیچھے رہنا بھی ملک کے نوجوانوں کے لیے مایوسی اور مغرب کی تقلید کا ایک وجہ ہے ٹیکنالوجی میں پیچھے رہنے کی وجہ وہ نظریات بھی ہیں جن کے عبور کرنے والوں کو سب سے پہلے فتووں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نو مسلم اسکالر علامہ محمد اسد (31) لکھتے ہیں: "یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ سائنسی تحقیق کی طویل عرصہ کے بے گانگی اور لاپرواہی نے ہمیں مغربی ذرائع کا محتاج بنا دیا گیا ہے، اگر ہم نے وہ بنیادی اسلامی اصول اپنائے ہوتے جس کے مطابق ہر مسلمان پر علم کا حصول فرض ہے تو ہم جدید سائنس کے لیے آج یورپ کی طرف یوں نہ دیکھ رہے ہوتے جیسے کوئی سراب کی طرف دیکھتا ہو۔ مگر چونکہ مسلمانوں نے طویل عرصہ تک تحقیق کے مواقع کو ضائع کیا ہے تو آج وہ جہالت و غربت کے غار میں گھرے ہوئے ہیں ۔جبکہ یورپ میں آگے کی سمت ایک بڑی جست لگا لی ہے۔ اس فرق کو مٹانے میں بڑا وقت لگے گا اور اس وقت تک ہمیں مجبوراً علم کو ان کے توسط سے قبول کرنا پڑے گا۔ مگر ہمیں سائنسی مواد پر ہی قناعت کرنی چاہیے دوسرے لفظوں میں ہم سائنس کو مغربی خطوط پر پڑھنے کی کوئی عار نہیں مگر ان کا فلسفہ کبھی بھی قابل قبول نہیں۔ پاکستان سائنس ٹیکنالوجی کی تعلیم میں عملا ۲۷ ویں نمبر پر ہے۔ ابو الحسن علی ندوی (33) لکھتے ہیں: ”مغرب سے علم و صنعت ٹیکنالوجی اور سائنس اور ان علوم و تحقیقات میں جن کا تعلق تجربہ حقائق و قائد اور انسانی محنت و کاوش سے ہے فراخ دلی کے ساتھ استفادہ کیا جائے پر ان کو مقاصد کے لیے اپنی خداداد ذہانت اور ایجتہاد کے ساتھ اعلی مقاصد کا تابع اور خادم بنا دیا جائے جو آخری صحیفہ نے ان کو عطا کئے اور جن کی وجہ سے ان کو خیر امت اور اخری امت کا لقب ملا ہے۔" (34)

سوشل میڈیا کا اثر اور مغربی فیشن کی تشہیر

سوشل میڈیا کے شکنجے میں اس وقت سارا ملک جکڑا ہوا ہے، مختلف گیمز اور ہنستے مسکراتے ناچتے چہروں نے نوجوانوں سے حقیقی خوشی اور سکون بھلا دیا ہے۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا پر دوستیاں اور غیر اخلاق مواد بھی بڑھ چکا ہے۔ پاکستانی ایک اسلامی نظریہ رکھتا ہے۔ یہاں کے معاشرے کی بنیاد اخلاق حسنہ پر رکھی گئی ہے۔ جس کو کافی حد تک سوشل میڈیا نے نیست و نابود کر دیا ہے۔" پاکستانی ٹی وی، اور این ٹی ایم کے پروگراموں میں موسیقی چینل بن گئے ہیں پوری قوم کو ناچتے تھرکنے کی تربیت دی جارہی ہے، موسیقاروں اور گلوکاروں اور فلم سٹاروں کو ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے، اور مغربی معاشرہ کی طرح بے ہنگم اور پر شور موسیقی کی کے ساتھ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو مل کر ناچتے، گاتے، ٹکراتے ایک دوسرے پر گرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔ یہ فلمیں اور پروگرام حساس نوجوانوں کے ذہنوں کو محض ایڈونچر کے طور پر یا دیگر نفسیاتی وجوہ کے باعث جرائم، بے حیائی و فحاشی پر اکساتے ہیں ۔اس بات کا اعتراف جسٹس نعیم الدین کی سربراہی میں قائم شدہ سپریم اپیلٹ عدالت سفارشات میں ایک دوہرے قتل کے مقدمے کے دوران اکتوبر ۱۹۹۱ء میں کیا گیا ہے۔" (۳۵) پاکستان میں سوشل میڈیا کا عروج ہے نوجوان براہ راست مغربی ممالک کی ٹیکنالوجی کی ترقی و آزادی فیشن براہ راست دیکھتے ہیں۔ ان میں بھی ان کے سب کے حصول کا احساس جڑ پکڑ لیتا ہے۔ اپنا معاشرہ انہیں یہ سب دینے سے قاصر ہوتا ہے انہیں اپنا لباس فن ثقافت سب پوسیدہ اور آف ڈیٹ لگتا ہے۔ پاکستان کی سوشل میڈیا پر مغرب کا گرفت سخت ہے۔ ڈرامہ انڈسٹری ہو یا فیشن انڈسٹری سب کا پاکستانی میڈیا پر راج ہے جو بری طرح پاکستانی معاشرے

کو مجروح کر رہی ہے۔

مغرب میں عدلیہ اور ازادی رائے

جسٹس (ر) بشیر اے مجاہد (۳۶) اپنی کتاب " سفر زندگی کا " کا اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں کسی بڑے ادمی کے بارے میں یہ کہا جارہا ہے میں یہ کہا جائے کہ وہ ٹیکس ادا نہیں کرتے تو عدالتیں انہیں طلب کر کے ساری زندگی کی امدنی اور حیات کے حساب طلب کر لیتی ہے وہاں سب سے بڑا جرم حکومت کو ٹیکس ادا کرنا اور سرکاری قبضے واپس کرنا ہے پاکستان میں اس کے برعکس کا ماحول ہوتا سرکاری املاک تومال مفت دل درہم کے طور پر استعمال ہوتے ہیں مغرب میں عدالت ازادی پر برطانوی وزیراعظم چرچل کا قول مشہور ہے جب اسے بتایا گیا کہ برطانیہ جنگ ہار رہا ہے۔ تو چرچل نے پوچھا کہ کیا برطانیہ کی عدالتیں انصاف فراہم کر رہی ہے۔ بتایا گیا کہ ہاں نظام میں عدل انصاف فراہم ہو رہا ہے تو چرچل نے تاریخی جملہ کہا کہ پھر برطانیہ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ پاکستان میں عدالتی نظام اور آزادی رائے کے حق پر آزادی صرف قانون کے حد تک رہا ہے۔ اصل میں صحافیوں اور دانشوروں کو بھی وہی بولنا ہوتا ہے جو حکومت چاہے اور جو اپنے رائے حکومت کے خلاف دینا چاہتا ہے اس کو نظر بند کیا جاتا ہے۔ عدلیہ کے امیر اور غریب کے لیے لہجے کی بدلاؤ نے پاکستانیوں میں مایوسی، نفرت اور غصہ ڈال دیا ہے۔ ان کے سامنے دو معاشروں کی عکس ہے ایک مغربی جہاں کی آزادی پر کوئی قدغن نہیں اور دوسری ان کا معاشرہ جو پابند ہے۔

پاکستانی معاشرے پر مغرب کی تقلید کے برے اثرات

غیر اخلاقی لباس

قرآن مجید کی ایک آیت میں " یا بنی آدم " کہہ کر صرف عورتوں کو نہیں بلکہ "اولاد آدم" کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ صرف اپنی شرمگاہوں کو چھپاو تاکہ تمہارا ایمان محفوظ رہے۔ ارشاد بانی ہے "اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو، اور بہترین لباس تقوی کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے شاید کہ لوگ اسے سبق لے۔" (37) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس پر اللہ تعالی کے عظیم نعمت قرار دی اور اپنے عمل سے اس پر شکر ادا کرنے کی تلقین کی اور نیا لباس پہننے کی دعا بھی ہمیں سکھائی، جس کا ترجمہ یوں ہے "کہ سب تعریفیں اللہ تعالی کے لیے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا نصیب کیا بغیر میری کو شیش اور قوت کے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابو بکر رسول ﷺ کے پاس آئیں اور وہ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ آپ ﷺ ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جمہورت بلوغ کو پہنچ جائے تو درست نہیں کہ اس کے جسم میں کوئی حصہ نظر آئے، سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔" (38) (سن ابی داود)

مغرب میں عریانی کے فیشن کی دیکھا دیکھی پاکستان میں بھی اسلامی روایات کی لباس میں تبدیلی آرہی ہیں۔ جینز شرٹ اور نیم عریاں لباس پاکستانی معاشرے میں بہت مقبول ہو رہی ہے۔

خاندانی نظام کی تباہی

اسلام میں تمام خاندانی تعلقات کی بنیاد خدا پرستی اور تقوی ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "لوگوں اللہ سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد عورتیں دنیا میں پھیلا

دئے اور اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے"۔(39)

جہاں اسلام نے عورتوں کو کہا ہے کہ "وہ قرن فی بیوتکن" وہاں مغرب میں آزادی نسواں کی تحریکیں چلی ہے اور بار بار پاکستان اور دوسری اسلامی ممالک پر حقوق نسواں کی پامالی کا الزامات لگا رہا ہیں۔ پاکستان میں بھی لوگ نکاح جیسے خوبصورت قانون کو فرسودہ ماننے لگے ہیں اور مغربی طرز پر آزاد ریلیشن شپ ان کے درمیان بڑھ رہی ہے۔ طلاق جیسی خاندانی توڑ بھی معاشرے میں بڑھ رہی ہے اور اسے اب کوئی قباحت قرار نہیں دی جاتی بلکہ اب تو ایک عادت سی بن چکی ہے۔ گھر ٹوٹنے سے بچے بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں اور معاشرہ جو خاندان نظام پر مضبوط سے کھڑا ہے اب اس کی منزلت رو بہ زوال ہے۔

اسلام سے بدولی

مغرب کی چمک دمک اور آزاد خیالی نے نوجوانوں کو ان کی دینی تعلیمات سے بھی دور کر دیا ہے۔ جتنی تشہیر آزاد خیالی اور بے حیائی کی مغرب چمک دے رہی ہے۔ وہاں اسلام سے بے راہ روی میں تیز رفتاری آرہی ہے۔ مغرب کے جھوٹے دلائل ہتھوڑے کے وار ہوتے ہیں۔ نوجوانوں کے دماغ پر جس پر آہستگی سے مگر بالآخر وہ نشان چھوڑ جاتے ہیں۔

مساوات کے حقوق کو نشانہ بنا کر اسلام کی تاریخ کو توڑ موڑ کر پیش کر کے مغرب اپنی کامیابی کا راز جدید علوم کو قرار دیتے ہیں۔ مغرب کی اندھی تقلید نے اسلام اور پاکستان کے درمیان ایک دیوار لا کھڑا کر دیا ہے۔ ایک طرف مغرب کی چکا چوند کامیابی اور دوسری طرف اسلام جس کی تعلیمات پر عمل کرنا نوجوانوں کو فرسودہ لگنے لگا ہے۔

مغربی موسیقی کی بڑھتی اثر رسوخ

مغربی تقلید نے پاکستان میں مغربی موصول کی کا بیج بھی بو دیا ہے کہ باپ موسیقی آجاتی ہے ٹیکنالوجی سے مزین فلم اور میوزک کی مانگ پاکستان میں بڑھ رہی ہے۔ مغرب میں موسیقاروں کی بلند زندگی اور اداکاروں کی مصنوعی دنیا سے محبت پاکستانی معاشرے میں ایک مقبول ہو رہی ہے۔

بڑوں سے بداخلاقی اور بدزبانی

مغربی تقلید کے ایک اور بڑا اثر جو ہمارے پر پڑ رہا ہے وہ بداخلاقی اور بدزبانی ہے۔ مغرب کے پاخش اور کھلا بول چول پاکستانی معاشرے میں شہرت پا رہی ہے۔ بڑوں کا ادب جو مغربی معاشرے میں مفقود ہے وہی رنگ پاکستان کے معاشرے پر بھی کسی حد تک چڑھ رہا ہے۔

اپنی زبان پر شرم اور انگریزی پر فخر

ایک اور بری قباحت کہ پاکستانی انگلش بولنے اور سیکھنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اردو یا مادری زبان بولنے پر انہیں شرم محسوس ہوتی ہے بلکہ قابلیت کا پیمانہ بھی اس طریقے سے دیکھا جاتا ہے کہ کوئی انگلش زبان میں کتنا ماہر ہے۔ یہ سب مغرب کے پیچھے بھاگنے کا نتیجہ ہے کہ قابلیت اور جدیدیت صرف اسی معاشرے کی تقلید میں ہی نظر آنے لگا ہے۔

اپنی ثقافتی شناخت کی فراموشی

مغربی تقلید پاکستان کو اپنی ثقافت سے دور کر رہی ہے اور لوگ اپنی ثقافت اور روایات کو بھول رہے ہیں۔ مغرب کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کے عمل میں اپنی ثقافت اور کلچر ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہے۔

روایات کی بربادی

پاکستان نہ صرف ایک اسلامی ملک ہے بلکہ یہ مختلف علاقوں پر مشتمل ہونے سے مختلف روایتی رنگوں سے مالامال ملک ہے ۔ہر علاقے کے اپنی زبان اپنا لباس اور اپنا کلچر ہے جو مل کر پاکستان کو خوبصورت روایاتوں سے خوبصورت بنا رہا ہے۔ مغرب کی تقلید نے جہاں نوجوانوں سے اپنی کلچر اور زبان سے محبت مٹھا دیا ہے وہاں ان کی روایت کی بربادی میں بھی بھرپور کردار ادا کیا ہے

ناامیدی اور مایوسی

مغرب میں جدید ٹیکنالوجی کی برتری اور سائنسی علوم کی ترقی نے پاکستان میں ایک مایوسی کی فضا پیدا کی ہے۔ اپنی اور مغربی معاشرے کے تقابل نے ان کو احساس کمتری کی دلدل میں دھکیل دیا ہے۔

معاشی عدم ومساوات

مغرب میں کچھ حلقوں میں خوشحالی اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے پاکستان کے نوجوانوں کو بھی اسی سوچ پر لا کھڑا کر دیا ہے۔ اسلامی صدقہ خیرات اور زکوۃ جیسے قوانین پر پردہ ڈال دیا جانے لگا ہے مغرب کی تقلید نے دولت مند بننے کی خواہش ان میں پیدا کر لیا ہے۔ کاروبار کا تعلق صرف دنیا کے حد تک ہونے لگا ہے جس سے معاشرے میں عدم توازن پیدا ہو رہا ہے۔

مغربی تکلیف سے بچاؤ کہ ممکنہ تدابیر

تعلیم میں بہتری

مغربی تقلید سے اپنے معاشرے کو بچانے کے لیے سب سے اہم قدم تعلیم ہے۔ تعلیمی پسماندگی سے نکل کر ہم اپنی موجودہ اور آنے والے نسلوں کو مغرب کی طرف جھکاؤ سے روک سکتے ہیں۔

اسلام کی اصل شناخت

اسلام کی صحیح تعلیمات عام کر کے اور صحیح معنوں میں اسلام کا مقاصد اگر نوجوانوں کو دیا جائے تو ان کو معلوم ہو سکے گا کہ وہ اپنا قانون اور نظریہ رکھتے ہیں۔

خاندانی نظام کی مضبوطی

ماں باپ یا میاں بیوی خاندان کے سب سے اولین اور اہم رکن ہیں ان کا باہمی رشتہ اور تعلق مضبوط کرنے سے معاشرہ خود بخود مضبوط ہوگا۔ اگر نوجوانوں کو گھر سے ایک مضبوط سہارا میسر ہو تو وہ کبھی دوسری نظاموں میں بہتری تلاش نہیں کرے گے۔ سیاسی استحکام اور عدم مساوات کا خاتمہ

ملک پاکستان میں کئی دہائیوں سے سیای انتشار کا شکار رہا ہے اور پاکستان بننے کے بعد انگریزوں کے چھوڑے ہوئے طبقہ بندی حسب حال ملک میں موجود ہے امیر اور غریب کی تفریق بندی سے آج کا نوجوان بھی مایوس ہے۔ ملک میں سیاست کا استحکام اور مساوات سے مغرب کی تقلید سے روک تام میں مدد مل سکتی ہے۔

ملک میں قانون کا نفاظ

مغرب میں قانون کی بالادستی ایک اہم سبب ہے کہ نوجوان مغرب کی تقلید میں پیش پیش ہیں جبکہ پاکستان تاحال قانون کے بالادستی سے محروم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی اکثریت مغربی معاشرے کے قانون کی مثال طور پر لیتے ہیں۔ پاکستان میں

قانون کے نفاظ سے معاشرے میں ایک تبدیلی آسکتی ہے۔

عدلیہ کی آزادی

عدل وانصاف کسی ملک کو چلانے کا اولین بنیاد ہوتا ہے۔ ملک میں عدلیہ کے آزادی نہ ہو تو یہ ملک میں معاشی اور معاشرتی ہر طرف سے بربادی لاتی ہے۔ ملک پاکستان میں عدلیہ کی اسٹیبلشمنٹ کی پابند ہونے نے بھی ملک میں مایوسی پیدا کی ہے۔ عدلیہ کی آزادی سے پاکستانی معاشرے کو استحکام مل سکتا ہے جو مغربی تقلید کی روک تھام میں بہتر کردار ادا کر سکتی ہے۔

اپنی روایات کی فروغ

پاکستان سندھی، بلوچستان، خیبر پختونخواہ، پنجاب، چترال، گلگت، کشمیر جیسے خوبصورت علاقوں کے رنگ اپنے اندر سمیٹا ہوا ہے۔ پھر ہر علاقے کی اپنی روایات ہے۔ان روایات کو ملکی سطح پر فروغ دینے اور علاقائی سطح پر تعلیم دینے سے نوجوانوں کے دل میں اپنی روایات کے لیے محبت پیدا کرنے سے مغربی تقلید میں بہترین روک تھام ہو سکتی ہے۔

انسانیت اور انسان کے حقوق کی حفاظت

پاکستان میں انسانیت کی بنیادی حقوق کی پامالی کی مثالیں روشن ہے۔ ہر بدلتی حکومت کے ساتھ جیسے ان کے حقوق بھی بدلتے رہتے ہو۔ پاکستان کا آئین انسانی حقوق کے ضمانت دیتا ہے مگر اس پر عمل کرنا اور کروانا یہ سب حکومت کے ہاتھوں میں رہ جاتا ہے۔ اگر پاکستان میں انسانیت کے حقوق کی پاسداری ممکن بنائی جائے تو نوجوانوں اپنے ملک کے اندر ایک محفوظ معاشرہ مل سکتا ہے جس سے مغربی تقلید کا رخ موڑا جا سکتا ہے۔

ملک میں عدل وانصاف

پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف پاکستان وزارت، اطلاعات ونشریات کے شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق ورلڈ جسٹس پروگرام کے تحت سروے جس کا اغاز 2021 میں ہوا اور رپورٹ 2022 میں شائع ہوئی، اس کے مطابق پاکستان کا پوری دنیا کے 139 ممالک میں عدالتی نظاموں کے رینکنگ میں کمترین رینک 130 واں نمبر حاصل کیا۔ مغربی تقلید کی ایک سبب یہاں سے عدل وانصاف میں مایوسی بھی ہے اگر پاکستان میں عدل وانصاف کی بالادستی ہو تو یہ ملک میں مثبت تبدیلی بہت جلد لا سکتی ہے۔

سوشل میڈیا کی مثبت استعمال اور جدید ٹیکنالوجی کے حصول

یہ دور جدید ٹیکنالوجی اور میڈیا کا دور ہے۔ میڈیا نے ترقی میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ مختلف اداروں کی تعلیمی ویب سائٹس، فارمز بلاگز فروغ تعلیم کے لیے کوشاں ہے۔ میڈیا نے ہماری تہذیب وثقافت اور زبان پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ کم علمی کے باعث اندھی تقلید کے نتیجے میں ہم اگر ملکی تہذیب میں جزب ہو کر اپنی تہذیب کھو چکے ہیں۔ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے ہم اپنی روایات اور ثقافت کا صحیح رخ ابھار سکتے ہیں۔

اداروں کے کرپشن سے صفایا

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے جاری کردہ 2023 سروے کے مطابق پولیس کا محکمہ کرپشن میں پہلے، ٹھیکے دینے اور کنٹریکٹ کرنے کا شعبہ دوسرے، عدلیہ تیسرے، تعلیم چوتھے، اور صحت کا محکمہ کرپشن میں پانچویں نمبر پر ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان کا معاشرہ روبا زوال ہے۔ معاشرہ کفر کے ساتھ زندہ اور سکتا ہے لیکن ناانصافی کے ساتھ نہیں۔

خلاصہ بحث

مغرب کی تقلید ملک میں ایک وبا کی طرح پھیل رہی ہے جو ہماری دنیاوی اور آخروی زندگیوں کے لیے تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ مغربی تقلید میں دینی و دنیاوی اخلاقی نقصانات میں موجود ہے۔ سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی کی اس دور میں دنیا جب ایک دوسرے میں پیوست ہو چکی ہے۔ ہر طرف آگے بڑھنے کی دوڑ میں ہر ایک بندہ پیچھے دیکھے بنا اس ریس میں شامل ہے۔ ہر ایک کا یہی سوچ ہے کہ جو پیچھے رہ گیا وہ فرسودہ ہے جو آگے ملے گا وہی جدید ہوگا۔ والدین بھی اس دوڑ میں بچوں کے ساتھ پوری جانفسانی کے ساتھ دے رہے ہیں۔ چند دہائیوں میں اسی دوڑ اور پیچھے رہ جانے کی ڈرنے ہم سے ہمارے روایات، ہمارا مذہب، ہمارے شناخت اور ہمارے ملک بننے کا مقصد بھلا دیا ہے۔ پاکستان بننے کا مقصد کتابوں میں پڑھنے والی تحریروں کے سوا کچھ نہیں رہا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی تعلیم معیار بہتر کر کے اپنے معاشرے کی اسلامی اقدار پر کھڑا ہونے والا معاشرہ بنائے۔

اپنا خاندانی نظام کو مضبوط بنائیں، پاکستانی جب مغرب کی طرف احساس کمتری کی نظروں سے دیکھنا چھوڑیں گے تب وہ اس اندھی تقلید کے دوڑ سے خود کو روکیں گے تبھی انہیں اپنا شناخت نظر آئے گا اور یہ تبھی ممکن ہوگا جب ہمارا معاشرہ اس قابل ہو کہ وہ آج کی جدید معیار پورا ہو۔ معاشرے کو نوجوانوں کے معیار پر پورا اترنے کے لیے ضروری ہے۔ کہ ہم اسلام کا ٹھیک مدعا ان کے سامنے کریں، ان کو جدید تعلیمی کی سہولیات دے اپنے ملک اور معاشرے کو کرپشن سے صاف رکھیں، اسلام کو بطور مذہب نہیں بطور دین نوجوانوں کے سامنے پیش کرے۔ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ فرسودہ اسلام کی تلقید نہیں بلکہ معرف کی تلقید ہے، جدیدیت اسلام میں ہے مغرب میں نہیں۔

[CC BY]

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات

(References)

1) جیک گراسی پوسٹ ماڈرن ہیومنزم، نیو کیسل، ص ۱۱
2) تھرڈ ویو فیمینزم روہنڈا ہیمر اینڈ ڈوگلاز kellner) Third wave feminism Rhonda hammar and Douglas
3) ایضا، ص 109
4) مولانا سید جلال الدین عمری: اسلام کی دعوت، اشاعت ۱۹۹۶ ص 7
5) محمد حبیب الدین احمد: علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم، اشاعت ۲۰۰۳، ص ۱۵
6) محترم سبط حسن، نوید فکر، سن اشاعت ۲۰۰۲، ص 69
7) مولانا وحید الدین: مسائل اجتہاد سن اشاعت ۲۰۰۳ ص ۱۴۴|
8) الحجرات: ۱۳
9) یوسف عبد اللہ قرضاوی (۹) نمبر ۱۹۲۶-۲۶ ستمبر 2022 مصری نژاد عالم فقیہ، یورپی کونسل برائے افتاو تحقیق کے صدر

(10 علی ابن احمد بن سعید بن حزم (م ۴۲۵ھ)، کنیت ابو محمد فقیہ، عالم، شہرت ابن حزم، اندلسی، طوق الحمامہ، المحلی بالآثار

(11 فریڈرک اینگلز: جرمنی انقلابی مفکر (متوفی ۱۸۹۵) کارل مارکس اجرمنی وکیل انقلابی مفکر (متوفی ۱۸۴۹)

(12 لائن ڈیوڈ Post Modernity، برطانیہ، اشاعت ۱۹۹۴، ص ۷

(13 ایضاً: ص ۲۴-۱۳

(14 Carl Gustav Jung: Modern Man in search of soul, page No 235, Publisher: KJLR, 14 june 1933

(15 البقرۃ: ۸۳

(16 ابوالاعلی مودودی تفہیم القرآن، ج اول البقرہ، حاشیہ ۲۳۷، اشاعت ۱۹۴۹، ص ۱۶۹

(17 علامہ اقبال: شاعر، قانون دان، سیاست دان، متوفی ۱۹۳۸

(18 ضرب کلیم، سن اشاعت ۱۹۴۴، ص ۶۷

(19 مصطفی بن حسن السباعی (۱۹۶۳۱۹۱۵)، المعروف مصطفی سباعی: ادیب پروفیسر پیدائش الحمص

(20 اسلامی تہذیب کے درخشاں پہلو مصطفی بن حسن السباعی، مترجم سید معروف شاہ شیرازی بن اشاعت ۱۹۸۲، ص ۱۱٦

(21 میخائل گورباچوف: (۱۹۳۱-۲۰۲۲) آخری صدر آف سویت یونین، پیدائش روس|

(22 Perestroika: New Thinking for our country and the world, page 1082

(23 سنن ترمذی: باب شوہر پر عورت کے حقوق، حدیث نمبر ۱۱۶۲

(24 محمد قطب: اسلام کا نظام تربیت، مترجم ساجد الرحمن صدیقی، اشاعت ۱۹۹۲، ص ۱۲۹۸

(25 مولانا سید ابوالحسن علی نداوی مسلم ممالک میں مغربیت اور اسلمیت کی کشمکش، ص ۲۴۷

(26 جان ڈیوی: امریکن فلسفی، ماہر تعلیم، پروفیسر، (۱۹۵۲۰ء

(27 فریڈرک اینگلز جرمنی انقلابی مفکر (م ۱۸۹۵) کارل مارکس، جرمنی وکیل انقلابی مفکر (م ۱۸۴۹)

(28 Lenon selected works, p.2 page no: 667.668 maccow 19428

(29 کارل بیکر امریکن تاریخ دان، سکالر، پروفیسر، م ۱۹۴۵

(30 کارل بیکر: ماڈرن ڈیموکریسی (نیویارک۔ ۱۹۴۱) ص ۴

(31 محمد اسد: ۱۹۰۰-۱۹۹۲، اصل نام یوپولڈ ویس، نومسلم مفکر، مصنف، مبلغ، مترجم، صحافی، م ۱۹۴۲

(32 محمد اسد: سلام دوراہے پر، مترجم پروفیسر احسان الرحمن، اسلام آباد دعوۃ اکیڈمی، ص، ۶۴

(33 ابوالحسن علی ندوی (۱۹۱۴-۱۹۹۹): مصنف، علامہ، فقیہ، پیدائش ہندوستان

(34 ابواحسن علی حسنی ندوی فقہ السیرۃ النبویۃ، بیروت دار الفکر، ص 218

(35 نذرالحفیظ ندوی: سیکولر میڈیا کا شرانگیز کردار، عوامی میڈیا واچ کمیٹی لاہور، اشاعت ۲۰۱۸، ج ۱۲۰۶

(36 بشیر احمد مجاہد (پیدائش 1983) جسٹس لاہور ہائی کورٹ، م 2021

(37 الاعراف: 26

(38 مشکوٰۃ المصابیح: کتاب اللباس، حدیث 4382

(39 النساء: 1